Fikr-o-Nasar (Islamabad) 28-29:4,1-2 (1991)

علامّہ اقبال ـــ مسجد قرطبہ میں

ڈاکٹر محمود الرحمن

قرطبہ سے کون واقف نہیں ۔ یہی وہ شہر تھا جہاں مسلمانوں کی عظمت و سطوت کا پرچم سات سو سال تک نہایت آن بان کے ساتھ لہراتا رہا ۔ یہی وہ مقام تھا جہاں سے علم کی روشنی پھوٹتی تھی اور اکتساب نور کے لئے یورپ جیسے تیرہ و تار خطّے سے لوگ جوق در جوق آیا کرتے تھے ۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں اسلامی تہذیب و تمدن کے چشمے بہتے تھے ۔ یہی وہ علاقہ تھا جہاں فکرو فن کے ان گنت ستارے جھلملاتے تھے ۔

اسی قرطبہ میں ایک ایسی عظیم الشان مسجد تعمیر کی گئی تھی جس کی مثال پورے کرۂ ارض میں کہیں نہیں ملتی ۔ فن تعمیر کا یہ وہ شاہکار ہے جس پر خود انسان حیران نظر آتا ہے ۔ اسی مسجد سے متعلق علامہ اقبال کی ایک معرکۃ الآراء نظم ,,بال جبریل،، میں شامل ہے جسے انہوں نے بقول خود ,,ہسپانیہ کی سرزمین بالخصوص قرطبہ میں لکھی،، ۔

علامہ اقبال کو قرطبہ جانے کا اتفاق ۱۹۳۳ء میں ہوا تھا ۔ تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کی غرض سے جب وہ ۱۹۳۲ء میں لندن گئے تھے ۔ وہیں سے پیرس ہوتے ہوئے ہسپانیہ بھی پہنچے تھے ۔ اسی سفر کے دوران وہ قرطبہ تشریف لے گئے اور اسلامی دور اقتدار کی زندہ و تابندہ نشانی مسجد قرطبہ دیکھی ۔ مشہور ہے کہ علامہ

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

اقبال نے مسجد قرطبه میں اذان دی تھی اور نماز بھی پڑھی تھی ۔ علامه اقبال کے ایک دیرینه نیاز مند فقیر سید وحید الدین اپنی کتاب ,,روزگار فقیر،، (حصه دوئم) میں لکھتے ھیں :

> ,,حکیم الامت علامه اقبال تیسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس سے فارغ ھونے کے بعد اسپین بھی گئے اور وھاں اسلامی دور اقتدار ختم ھونے کے تقریباً سات سو سال بعد انھوں نے مسجد قرطبه میں پہلی بار اذان دی اور نماز پڑھی،، (ص ۳۱۱) ۔

فقیر وحید الدین کے مندرجه بالا بیان کو پڑھنے کے بعد قاری یه سمجھنے پر مجبور ھو جاتا ہے کہ اذان اور نماز پڑھنے کا سارا عمل نہایت سکون و طمانینت کےساتھ انجام پایا ھوگا، اور وہ بھی ایسی صورت میں جبکه مؤذن اور نمازی (اقبال) کا دل اسلام کی محبت سے سرشار تھا اور سامنے عظمت رفته کی منه بولتی تصویر نظر آ رھی تھی۔ یه مقدس و محترم فریضه جس خشوع خضوع کے ساتھ انجام پایا ھوگا، وہ اظہر من الشمس ہے۔

اردو کے مشہور صحافی، ادیب اور شاعر جناب عبدالمجید سالک اپنی کتاب ,,ذکر اقبال،، میں اسی واقعه سے متعلق یوں رقمطراز ھیں :

> ,,علامه اقبال نے بے اختیار چاھا که مسجد قرطبه میں تحیة المسجد کے نفل ادا کریں ۔ اس عمارت کے نگران سے پوچھا ۔ اس نے کہا میں بڑے پادری سے پوچھ آؤں۔ اُدھر وہ پوچھنے گیا ، اِدھر علامه نے نیت باندھ لی اور اس کے واپس آنے سے پہلے ھی پہلے ادائے نماز سے فارغ ھو گئے ،، (ص ۱۸۲) ۔

سالک صاحب کی تحریر سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ علامہ اقبال نے مسجد قرطبہ میں نماز بہ عجلت ادا کی، مبادا نگراں آ کر انہیں اس کام سے روک دے۔

درج بالا دو واقعات کے بعد قاری لازماً الجھن میں پڑ جائے گا کہ کسے مانے اور کسے نہ مانے ، پھر جبکہ علامہ کی ایک تصویر مسجد قرطبہ میں باقاعدہ نماز ادا کرتے ہوئے کھینچی گئی ہے۔

اسی الجھن کے پیش نظر آج میں مسجد قرطبہ میں علامہ اقبال کے باقاعدہ داخل ہونے، اذان دینے، نماز پڑھنے اور دوسرے اہم راز کے بارے میں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ علامہ اقبال نے خود یہ واقعہ جس شخص کو سنایا تھا، اور جس سے میں نے سنا، وہ کئی سال ہوئے اللہ کو پیارا ہوگیا۔ اس واقعہ کی صداقت کے بارے میں صرف یہی عرض کیا جا سکتا ہے کہ اسے امتیاز محمد خاں جیسی شخصیت نے خود بیان کیا تھا۔

یہ امتیاز محمد خاں کون تھے ؟ اس سلسلے میں عرض ہے کہ وہ آگرہ کے رہنے والے تھے۔ لندن سے تاریخ میں بی۔ اے (آنرز) اور ایم ، اے کی ڈگری لی تھی۔ واپسی کے بعد غیر منقسم ہندوستان کے مشہور علمی ادارہ ریلوے ہائی اسکول ، داناپور(بہار) کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ واضح رہے کہ یہ وہ اسکول ہے جہاں جسٹس سید شرف الدین نے (آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اس اجلاس کی صدارت کی تھی جو ۱۹۰۶ء میں ڈھاکہ میں منعقد ہوا تھا اور جس کے اختتام پر آل انڈیا مسلم لیگ وجود میں آئی) ، سر علی امام ، حسین امام وغیرہ نے تعلیم پائی تھی۔ تقسیم ہند کے بعد خان صاحب قائداعظم محمد علی جناح کی خصوصی ہدایت پر پاکستان آ گئے اور کراچی و بلوچستان میں ناظم تعلیمات کے طور پر خدمات انجام دیں۔

ریٹائرمنٹ کے بعد جناح کالج، کراچی کے پرنسپل مقرر ہوئے ـ ان کے بے شمار بصیرت افروز اور محققانہ مضامین انجمن ترقی اردو ، کراچی کے سہ ماہی مجلہ ,,اردو،، میں شائع ہو چکے ہیں ، مثلاً ,,عثمانی ترکوں کے عہد میں فن مصوّری،، ,,دولت عثمانیہ کا نظم حکومت،، ,,عہد عثمانیہ کے علمائے دین ،، وغیرہ ـ

امتیاز محمد خان مرحوم ایک مورخ اور ماہر تعلیم ہی نہ تھے، انہیں مثنوی مولانا روم سے بھی والہانہ لگاؤ تھا ـ فارسی داں ہونے کی وجہ سے وہ مثنوی کے جملہ محاسن سے آگاہ تھے ـ جب فروری ۱۹٦۲ء میں، میں جناح کالج کی اردو لکچرر شپ چھوڑ کر ڈاکٹر محمود حسین خاں کے قائم کردہ جامعہ تعلیم ملّی کالج جا رہا تھا ـ اس موقع پر خان صاحب نے ازراہ شفقت ایک الوداعی تقریب کا اہتمام کیا تھا ـ اس موقع پر موصوف نے مولانا روم کی مثنوی کو فلم پروجیکٹر کے ذریعے پیش کرنے کا خصوصی انتظام کیا تھا ـ وہ یوں کہ پردے پر نہایت خوشخط لکھی ہوئی مثنوی نمایاں ہوتی ـ اور ساتھ ہی ساتھ مشہور مفکر اور عالم دین مولانا شاہ جعفر پھلواروی (مولانا حسن مثنّیٰ ندوی کے چچا) کی دلنشین آواز ابھرتی اور ہر مصرع کانوں میں رس گھولتا محسوس ہوتا ـ گویا سمعی و بصری دونوں طرح سے مثنوی مولانا روم حاضرین کو مسحور کر رہی تھی ـ امتیاز محمد خاں نے مولانا رومی کے شہکار کو اس انداز سے پیش کرنے کی طرح ڈالی تھی ـ

میں یہاں بتاتا چلوں کہ یہ رمضان کا مہینہ تھا ـ افطار اور کھانا دونوں کا بندوبست تھا ـ اس تقریب میں جناح کالج کے اساتذہ اور بعض ذہین طلبا بھی شریک تھے ـ اس موقع پر امتیاز محمد خاں صاحب نے مسجد قرطبہ کے حوالے سے اقبال کا جو ذکر کیا تھا ، اس کے سامعین میں مندرجہ ذیل حضرات تھے ـ

۱ ـ میاں ریاض الدین صاحب ، کالج کے بانی اور سیکریٹری

۲ ـ سلمان احمد علی صاحب (لکچرر انگریزی) اس وقت کراچی کی ایک ایڈورٹائزنگ کمپنی کے مالک ھیں ـ

۳ ـ شیخ وقار حسین صاحب (لکچرر سائنس) اس وقت نیشنل کالج، کراچی کے پرنسپل ھیں ـ

۴ ـ سید ایم ـ انور صاحب (لکچرر پولیٹیکل سائنس) اس وقت کراچی میں میگراھل بک کارپوریشن کے ریجنل منیجر ھیں ـ

۵ ـ نصیر ترابی (سال دوئم کے طالبعلم) مشہور دینی شخصیت علاّمہ رشید ترابی کے صاحبزادے اور اردو کے خوشگو شاعر ـ

٦ ـ جناب منّور غنی (ڈیمونسٹریٹر) اس وقت کراچی کے ابھرتے ھوئے وکیل ھیں ـ

مذکورہ دعوت کے موقع پر کراچی کے پہلے ناظم تعلیمات امتیاز محمد خاں نے گفتگو کرتے ھوئے فرمایا :

,,علامہ اقبال نے بھی مثنوی بغور پڑھی تھی اور اس کا اثر قبول کرنا لازمی تھا ـ یہ بات تو صحیح ہے ـ مگر اس سلسلے میں ایک اھم راز بھی پوشیدہ ہے ـ آئیے، آج میں آپ کو علامہ اقبال کی زندگی کا یہ راز بتاتا ھوں '' ـ

اس کے بعد خان صاحب نے بتایا :

,,مجھے مثنوی مولانائے روم سے طالب علمی کے زمانے سے ھی شغف رھا ہے ـ جب میں نے علامہ اقبال کے کلام کا مطالعہ کیا تو وھاں بھی یہی رنگ غالب نظر آیا ـ لہذا

مجھے علامہ سے بھی عقیدت ہوگئی ۔ جب میں نے علامہ سے ان کے آخری دنوں میں ملاقات کی تو دوران گفتگو مولانا روم کا ذکر آیا ، ان کی مثنوی کا تذکرہ ہوا اور پھر اقبال کی شاعری پر ان کے اثرات کی بات چل نکلی۔ اس موقع پر علامہ نے اپنی زندگی کی ایک ایسی حقیقت کا اظہار کیا جس کا تذکرہ نہ کسی کتاب میں ملتا ہے نہ کسی مضمون نگار نے کہیں ذکر کیا ہے "۔

اس کے بعد امتیاز محمد خان مرحوم نے علامہ اقبال کی زبانی جو واقعہ بیان کیا تھا، اور جس کے شاہد آج بھی کراچی میں موجود ہیں، اسے میں یہاں من و عن تحریر کر رہا ہوں :۔

"علامہ فرمانے لگے کہ جب وہ تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن گئے تو اس دوران سفر ان کا بے طرح جی چاہا کہ اسلامی دور کی قدیم نشانی اسپین کو بھی جا دیکھیں ۔ خصوصاً الحمراء اور مسجد قرطبہ کی پر شکوہ عمارات کا مشاہدہ بھی کریں ۔ یہ خیال آنا تھا کہ دل میں ایک ہوک سی اٹھی ۔ مسجد قرطبہ کو دیکھنے کا موقع تو مل جائے گا، مگر وہاں نماز کس طرح ادا کر سکوں گا ۔ اس لئے کہ جب ہسپانیہ میں غیر مسلموں کی حکومت قائم ہوئی اور ایک دوسرا آئین نافذ ہوا تو وہاں کا پہلا قانون یہ تھا کہ مسجد قرطبہ میں نہ تو اذان دی جائے گی اور نہ ہی نماز ادا کی جائے گی ۔ اور اسی قانون کے نفاذ کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان مسجد کو گرجا بنا دیا گیا ۔

علامہ اقبال کہنے لگے کہ اس قانون کا خیال آتے ہی دل رونے لگا ۔ میں مسجد میں داخل ہو کر بھی دو

رکعت نماز تک ادا نہ کرسکوں گا ۔ اس سلسلے میں،میں نے اپنے ایک انگریز دوست کی مدد حاصل کی ۔ اس نے حکومت ہند کے ہوم سکریٹری کو خط لکھا اور اس سے درخواست کی کہ وہ حکومت ہسپانیہ کے ہوم سکریٹری کو خط لکھ کر اس امر کی اجازت حاصل کر لے کہ ڈاکٹر محمد اقبال سفر قرطبہ کے دوران مسجد قرطبہ میں باقاعدہ نماز ادا کر سکیں ۔ چنانچہ یہ کوشش بارآور ثابت ہوئی اور مجھے اجازت مل گئی ، مگر ایک شرط کے ساتھ ! قانون، قانون ہوتا ہے ۔ اس کو توڑنا بھی آسان نہیں ! لہذا یہ طے پایا کہ جب میں مسجد قرطبہ کے اندر داخل ہو جاؤں تو دروازہ بند کر دیا جائے اور اس پر قفل لگا دیا جائے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔

مسجد کے اندر پہنچ کر میں نے اپنی آواز کی پوری شدت کے ساتھ اذان دی ۔ میں اس جذبے، اُس سُرور اور اُس کیف کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا ۔ سالہا سال کے بعد مسجد کے اندر پہلی مرتبہ اللہ اکبر کی آواز محراب و منبر سے ٹکرا ٹکرا کر گونج رہی تھی ۔ اذان سے فارغ ہونے کے بعد میں نے مصلّی بچھایا اور نماز ادا کرنے لگا ۔ دوران نماز مجھ پر اس قدر رقّت طاری ہوئی کہ میں گریہ و زاری برداشت نہ کر سکا ، اور جب سجدے میں گرا تو بے ہوش ہو گیا ۔ اسی دوران میں نے عالم رویا میں دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے ہیں اور مجھے مخاطب کرکے کہہ رہے ہیں :

, اقبال ! تم نے میری مثنوی کا بغور مطالعہ نہیں کیا ۔ اسے مسلسل پڑھتے رہو اور میرا پیغام دوسروں

تک پہنچاؤ ، ۔

اور جب میں ہوش میں آیا تو دل کو سکون و اطمینان حاصل ہو چکا تھا " ۔

علامہ اقبال کا یہ اہم واقعہ بیان کرنے کے بعد لمتیاز محمد خاں مرحوم یکلخت خاموش ہو گئے ۔ اس وقت ان کی آنکھیں آنسوؤں سے پُر تھیں ۔

★★★